توحيد

المستوى: الثاني | 2 | درجہ: دوم

إعداد: قسم التعليم ◯ تیار کردہ: شعبۂ تعلیم

ترجمة وترجمانی: أبو فيصل سميع الله رحمہ اللہ

تحت إشراف | زیر نگرانی

المكتب التعاوني للدعوة
وتوعية الجاليات بالربوة
ISLAMIC PROPAGATION OFFICE IN RABWAH
P.O.BOX 29465 ARRIYADH 11457
TEL 4454900 – 4916065 FAX 4970126

أُسُسُ الْعَقِيدَةِ الإِسْلاَمِيَّةِ (أَرْكَانُ الإِيمَانِ)

اسلامی عقیدہ کی اساس یعنی ایمان کے ارکان

اسلامی عقیدہ کی اساس (ایمان کے ارکان) چھ ہیں: ❶ اللہ پر ایمان ❷ فرشتوں پر ایمان ❸ کتابوں پر ایمان ❹ رسولوں پر ایمان ❺ یوم آخرت پر ایمان ❻ تقدیر کی اچھائی اور برائی پر ایمان۔

ان مندرجہ بالا اساس پر قرآن وسنت کی دلیلیں:

قرآن کریم سے دلیل:

اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ لَّيْسَ ٱلْبِرَّ أَن تُوَلُّوا۟ وُجُوهَكُمْ قِبَلَ ٱلْمَشْرِقِ وَٱلْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ ٱلْبِرَّ مَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ وَٱلْمَلَٰٓئِكَةِ وَٱلْكِتَٰبِ وَٱلنَّبِيِّۦنَ ﴾ [البقرة: ١٧٧]

''ساری اچھائی مشرق ومغرب کی طرف منہ کرنے میں ہی نہیں ہے، بلکہ حقیقت میں اچھا وہ شخص ہے جو اللہ پر، یوم آخرت پر، فرشتوں پر، کتابوں پر اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو''۔

اور تقدیر کے بارے میں فرمان رب کریم ہے:

﴿ إِنَّا كُلَّ شَىْءٍ خَلَقْنَٰهُ بِقَدَرٍ ۝٤٩ وَمَآ أَمْرُنَآ إِلَّا وَٰحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِٱلْبَصَرِ ۝٥٠ ﴾ [القمر: ٤٩-٥٠]

''بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک (مقررہ) اندازے پر پیدا کیا ہے، اور ہمارا حکم صرف ایک دفعہ (کا) ایک حکم ہی ہوتا ہے جیسے آنکھوں کا جھپکنا''۔

سنت نبوی سے دلیل:

عَنْ عُمَرَ ﷛ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ: شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ، لاَ يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ، وَلاَ يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ،

حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ، وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! أَخْبِرْنِي عَنِ الإِسْلَامِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «الإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلاً». قَالَ: صَدَقْتَ، فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ. قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الإِيمَانِ، قَالَ: «أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ». قَالَ: صَدَقْتَ. قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الإِحْسَانِ، قَالَ: «أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ». قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ، قَالَ: «مَا الْمَسْؤُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ». قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا، قَالَ: «أَنْ تَلِدَ الأَمَةُ رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ». ثُمَّ انْطَلَقَ، فَلَبِثَ مَلِيًّا، ثُمَّ قَالَ لِي: «يَا عُمَرُ! أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ؟» فَقُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ». [رواه مسلم]

’’عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ ایک روز ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اس دوران میں اچانک ایک شخص ہمارے پاس آدھمکا، جس کا لباس انتہا درجے کا سفید اور بال نہایت درجے کے کالے تھے، اس پر سفر کرنے کا کوئی اثر دکھائی نہیں دیتا تھا اور ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا بھی نہیں تھا، وہ آکر نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھ گیا اور اپنے دونوں گھٹنوں کو آپ ﷺ کے دونوں گھٹنوں سے ملا لیا، اور اپنی دونوں ہتھیلیاں آپ ﷺ کی (یا اپنی) دونوں رانوں پر رکھ لیں (یعنی نہایت مؤدب ہو کر بیٹھ گیا)، اور کہا: اے محمد (ﷺ)! مجھے اسلام کے بارے میں بتلایئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود بر حق نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکاۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر راستے (سفر حج) کی طاقت ہو تو اللہ کے گھر (خانۂ کعبہ) کا حج کرو‘‘۔ اس نے کہا: آپ نے بالکل صحیح بات کہی۔ (عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:) ہم نے اس کی بات پر تعجب کیا کہ یہ آپ سے سوال بھی کرتا ہے اور آپ کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ اس نے پھر کہا: مجھے ایمان کے متعلق بتلایئے۔ آپ ﷺ

نے فرمایا: ''ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی (نازل کردہ) کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، یوم آخرت پر اور اچھی اور بری تقدیر پر ایمان رکھو''۔ اس نے کہا: آپ نے سچ کہا۔ اس نے (پھر) پوچھا: مجھے احسان کی بابت بتلائیے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی ایسے عبادت کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو، اور اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو وہ تمہیں ضرور دیکھ رہا ہے''۔ اس نے کہا: مجھے قیامت کے بارے میں خبر دیجئے (کہ وہ کب آئے گی؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے بارے میں مسئول (جس سے سوال کیا گیا ہے وہ) سائل سے زیادہ علم رکھنے والا نہیں (یعنی مجھے تم سے زیادہ علم نہیں)''۔ اس نے کہا: (اچھا) اس کی (اہم) نشانیوں کی طرف نشان دہی فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی، اور یہ کہ تم ایسے لوگوں کو دیکھو گے کہ جن کے جسم پر کپڑے، پیروں میں جوتیاں اور کھانے کو خوراک نہیں ہوگی اور بکریوں کے چرواہے ہوں گے (لیکن پھر ان فقیروں کے پاس اتنی دولت آجائے گی کہ) وہ عمارتوں میں ایک دوسرے پر فخر کریں گے''۔ پھر وہ (نووارد سائل) چلا گیا۔ آپ ﷺ کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے، پھر مجھ سے پوچھا: ''اے عمر! کیا تمہیں پتہ ہے کہ وہ سائل کون تھا؟'' میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ جبریل (علیہ السلام) تھے، جو تمہیں تمہارا دین سکھانے کے لئے آئے تھے''۔ [مسلم]

عقیدۂ اسلامیہ کے مذکورہ چھ اصول اور ارکان پر تمام رسول اور ان کی شریعتیں متفق ہیں، نیز انہیں اصولوں پر تمام آسمانی کتابیں نازل ہوئیں، ان اصول کے اعتقاد کے بغیر آدمی کا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا، اور جو شخص مذکورہ اصولوں میں سے کسی اصول کا انکار کرے وہ دائرۂ ایمان سے نکل کر دائرۂ کفر میں داخل ہو جاتا ہے۔

❁❁❁❁❁

الرُّكْنُ الأَوَّلُ: الإِيمَانُ بِاللهِ

پہلا رکن: اللہ پر ایمان

اللہ پر ایمان کا مطلب اور معنی: ایسا کامل ایمان اور پختہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالی ہی ہر چیز کا رب اور ان کا مالک وخالق ہے، اور یہ کہ اسی کی ذات تنہا اس بات کا حق رکھتی ہے کہ صرف اور صرف اسی کی عبادت کی جائے، اور یہ کہ وہ صفات کمال کے ساتھ متصف ہے اور تمام نقص وعیب (کمی وخامی) سے منزہ اور پاک ہے۔ اس عقیدہ کے ساتھ آراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس پر عمل پیرا ہونا بھی لازم اور ضروری ہے۔

اللہ پر ایمان چار چیزوں کو شامل ہے: ❶ اللہ تعالی کے وجود پر ایمان رکھنا ❷ اللہ تعالی کی ربوبیت (اس کے رب ہونے) پر ایمان رکھنا ❸ اللہ تعالی کی الوہیت (اس کے معبود بر حق ہونے) پر ایمان رکھنا ❹ اللہ تعالی کے تمام ناموں اور صفتوں پر ایمان رکھنا۔

❶ **اللہ تعالی کے وجود پر ایمان رکھنا:** اللہ تعالی کے وجود پر فطرت، عقل، شریعت اور حس دلالت کرتی ہیں:

① **فطرت کی دلالت اللہ تعالی کے وجود پر:** بے شک ہر مخلوق کی پیدائش اپنے خالق پر ایمان کے ساتھ ہوتی ہے، جس میں کسی سابق سوچ وفکر یا تعلیم کا دخل نہیں ہوتا ہے، اور کوئی بھی مخلوق فطرت کے اس مقتضی (یعنی ایمان باللہ کے اعتقاد) سے نہیں پھرتی ہے مگر جس کے دل میں ایسی بات ڈال دی جائے جو اسے اس کی فطرت سے پھیر دے، جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

«مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلاَّ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ» [رواه البخاري]

"ہر بچہ فطرت (ایمان باللہ) پر پیدا ہوتا ہے، لیکن پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی، عیسائی یا مجوسی (وغیرہ) بنادیتے ہیں"۔ [بخاری]

② **عقل کی دلالت اللہ تعالی کے وجود پر:** ابتداء آفرینش سے تا امروز وجود پذیر تمام مخلوقات کے لئے ضروری ہے کہ ان کا کوئی خالق اور بنانے والا ہو، کیوں کہ کسی نفس کا بذات خود اپنے نفس کو وجود میں لانا ناممکن ہے،

نیز یہ بھی ناممکن ہے کہ وہ ناگہاں پیدا ہو جائے۔ لهذا یقینا نہ وہ بغیر کسی (خالق وصانع) کے خود بخود پیدا کئے گئے ہیں اور نہ ہی وہ اپنے آپ کو پیدا کئے ہیں۔ اس عقلی دلیل کی تائید اللہ تعالی کے اس فرمان سے ہوتی ہے:

﴿ أَمۡ خُلِقُواْ مِنۡ غَيۡرِ شَيۡءٍ أَمۡ هُمُ ٱلۡخَٰلِقُونَ ﴾ [الطور: ٣٥]

''کیا یہ بغیر کسی (پیدا کرنے والے) کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں؟''

③ **شریعت کی دلالت اللہ تعالی کے وجود پر:** تمام آسمانی کتابیں خود اللہ تعالی کے وجود پر گواہی دیتی ہیں، نیز وہ کتابیں جو منصفانہ اور عادلانہ احکام و قوانین لے کر آئی ہیں، جن میں تمام مخلوق کے لئے خیر و منفعت کی ضمانت ہے، اس بات پر واضح دلیل ہیں کہ یہ ساری کتابیں رب حکیم و علیم کی طرف سے نازل کردہ ہیں، جو اس کی مخلوق کے لئے صالح اور نہایت ہی موزوں ہیں، جن سے ان کی صحیح اصلاح ہوتی ہے۔ نیز یہ کتابیں دنیا میں وقوع پذیر ہونے والی ان چیزوں پر بھی مشتمل ہیں جن کی صداقت پر واقع امر خود شاہد ہیں، جو اس بات کی دلیل ہیں کہ ان کا وجود میں آنا اس رب کی طرف سے ہے جو اس چیز کو وجود بخشنے پر قادر ہے جس کی اس نے خبر دی ہے۔

④ **حس کی دلالت اللہ تعالی کے وجود پر:** اس کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: ہم سنتے اور مشاہدہ کرتے ہیں کہ دعا کرنے والوں کی دعا کی قبولیت اور مظلوموں اور مصیبت زدوں کی فریادوں کی سنوائی اور ان کی مدد ہوتی ہے، اور یہ باتیں اللہ تعالی کے وجود کی قطعی اور یقینی ثبوت ہیں، اور اس پر قرآن وسنت کی دلیلیں دلالت کرتی ہیں۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وَنُوحًا إِذۡ نَادَىٰ مِن قَبۡلُ فَٱسۡتَجَبۡنَا لَهُۥ ﴾ [الأنبياء: ٧٦]

''نوح کے اس وقت کو یاد کیجئے جب کہ اس نے اس سے پہلے دعا کی، پس ہم نے اس کی دعا قبول فرمائی''۔

اور سنت سے اس اعرابی (دیہاتی / گاؤں والا) کا قصہ یاد کیجئے جو جمعہ کے دن دوران خطبہ مسجد نبوی میں کہنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر باران رحمت نازل فرمائے، آپ ﷺ نے سر منبر دعا کی اور دوران خطبہ ہی برسات شروع ہو گئی۔

دوسری قسم: انبیاء علیہم السلام کی نشانیاں اور معجزات جن کا لوگوں نے مشاہدہ کیا ہے یا جن کے بارے میں سنا ہے (یا لوگ جن کا مشاہدہ کر رہے ہیں یا ان کے بارے میں سن رہے ہیں)، ان کے بھیجنے والے 'اللہ ﷻ' کے وجود کی قطعی دلیل ہے، کیوں کہ یہ معجزات بشر کی طاقت سے ماوراء چیز ہیں، انہیں اللہ تعالی اپنے نبیوں اور رسولوں کے ہاتھوں ان کی تائید و مدد کی خاطر اظہار فرماتا ہے، اس کی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱- موسی علیہ السلام نے سمندر پر لاٹھی مارا تو اس میں بارہ راستے بن گئے۔

۲- عیسی علیہ السلام مردوں کو «قُمْ بِإِذْنِ اللّٰهِ» یعنی "اللہ کے حکم سے اٹھو" کہہ کر زندہ کرتے تھے۔

۳- ہمارے رسول محمد ﷺ نے چاند کی طرف انگلی کا اشارہ فرمایا تو وہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔

❷ اللہ تعالی کی ربوبیت (اس کے رب ہونے) پر ایمان رکھنا:

یعنی اللہ تعالی تنہا ساری کائنات کا رب اور خالق و مالک ہے، اس میں نہ کوئی اس کا شریک و ساجھی ہے اور نہ ہی کوئی معین و مددگار ہے۔ اور اس قسم کو "توحید ربوبیت" کہتے ہیں۔ اور "رب" کہتے ہیں اسے جس کے لئے ہو کون و مکاں اور مخلوقات، ملکیت و بادشاہت اور حکمرانی و فرماں روائی۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿أَلَا لَهُ ٱلْخَلْقُ وَٱلْأَمْرُ﴾ [الأعراف: ٥٤]

"یاد رکھو! اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا"۔

❸ اللہ تعالی کی الوہیت (اس کے معبود برحق ہونے) پر ایمان رکھنا:

یعنی حقیقی الٰہ صرف وہی ہے جو عبادت کئے جانے کا حق رکھتا ہے، اس کی عبادت میں کوئی شریک نہیں ہے۔ اور اس قسم کو "توحید الوہیت" کہتے ہیں۔ اور "الٰہ" کا معنی وہ معبود ہے جس کی عبادت محبت و تعظیم کے ساتھ کی جائے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلرَّحْمَٰنُ ٱلرَّحِيمُ﴾ [البقرة: ١٦٣]

"تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ بہت رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے"۔

❹ اللہ تعالیٰ کے تمام ناموں اور صفتوں پر ایمان رکھنا:

یعنی اللہ تعالیٰ کے تمام ناموں اور صفتوں کو بغیر تحریف، تعطیل، تکییف اور تمثیل کے ویسے ہی ثابت ماننا جیسے اس نے اپنی کتاب میں اور اس کے رسول ﷺ نے اپنی سنت میں ذکر فرمایا ہے جس طرح اس کی ذات کے شایان شان اور لائق وزیبا ہو۔ اور اس قسم کو "توحید اسماء وصفات" کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلِلَّهِ ٱلْأَسْمَآءُ ٱلْحُسْنَىٰ فَٱدْعُوهُ بِهَا﴾ [الأعراف: ١٨٠]

"اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لئے ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو"۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَىْءٌ ۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ﴾ [الشورى: ١١]

"اس جیسی کوئی چیز نہیں، وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے"۔

مؤمن کے لئے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے کے عظیم فوائد و ثمرات ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

① اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و یکتائیت کا عقیدہ اس کے دل میں اس طرح ثبت اور جاگزیں ہو جاتا ہے کہ وہ اس کے علاوہ کسی سے وابستگی امید ہوتا ہے، نہ کسی سے خوف کھاتا ہے، اور نہ ہی اس کے سوا کسی کی عبادت کرتا ہے۔

② اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور صفات علیا کے تقاضا کے مطابق اس سے کمال درجہ محبت اور اس کی تعظیم کرنا۔

③ اوامر ربانی کو بجالا کر اور منہیات الٰہی سے پہلو تہی کرتے ہوئے کماحقہ اس کی عبادت کرنا۔

④ دنیا اور آخرت میں سعادت اور کامیابی کا حاصل ہونا۔

❀❀❀❀❀

الرُّكْنُ الثَّانِي: الإِيمَانُ بِالْمَلَائِكَةِ

دوسرا رکن: فرشتوں پر ایمان

فرشتوں پر ایمان رکھنے کا مطلب: ایسا پختہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالی کے لئے فرشتے ہیں، انہیں اس نے 'نور' سے پیدا فرمایا ہے، اور ان کے ذمے بہت سارے کام سونپے ہیں جنہیں وہ پوری پابندی کے ساتھ انجام دیتے ہیں، نیز اللہ تعالی نے انہیں اپنے حکم کی تعمیل کے لئے مکمل اطاعت سے نوازا ہے اور اسے سرانجام دینے کے لئے انہیں قوت عطا فرمائی ہے۔

یہ فرشتے غیبی عالم ہیں، اور اللہ تعالی کی عبادت گذار مخلوق ہیں، ان میں ربوبیت اور الوہیت کی کوئی خاصیت نہیں ہے، اللہ تعالی نے انہیں نور سے پیدا فرمایا ہے، اور اپنے حکم کو نافذ کرنے کے لئے انہیں مکمل قوت اور بھرپور تابعداری کی صفت سے نوازا ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وَلَهُۥ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۚ وَمَنۡ عِندَهُۥ لَا يَسۡتَكۡبِرُونَ عَنۡ عِبَادَتِهِۦ وَلَا يَسۡتَحۡسِرُونَ ١٩ يُسَبِّحُونَ ٱلَّيۡلَ وَٱلنَّهَارَ لَا يَفۡتُرُونَ ٢٠ ﴾ [الأنبياء: ١٩-٢٠]

"آسمانوں اور زمین میں جو ہے اسی (اللہ) کا ہے، اور جو اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ سرکشی کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں، وہ دن رات تسبیح بیان کرتے ہیں اور ذرا سی بھی سستی نہیں کرتے"۔

ان کی اتنی بڑی تعداد ہے کہ اللہ کے سوا کوئی ان کا احاطہ نہیں کر سکتا ہے، صحیحین (بخاری ومسلم) کے اندر قصۂ معراج میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آسمان میں اللہ کے نبی ﷺ کے سامنے "البیت المعمور" کو پیش کیا گیا، جس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے نماز ادا کرتے ہیں، اور جب وہ اس سے نکل جاتے ہیں تو پھر دوبارہ ان کو موقع نہیں ملتا ہے۔

فرشتوں پر ایمان چار چیزوں کو شامل ہے:

❶ ان کے وجود پر ایمان رکھنا۔

❷ ان میں سے جن کے نام سے ہم واقف ہوئے ہیں ان پر تفصیلی ایمان رکھنا جیسے جبریل علیہ السلام، اور جن کے نام سے ہم واقف نہیں ہوئے ہیں ان پر مجمل ایمان رکھنا۔

❸ ان میں سے جن کے صفات کا علم ہمیں حاصل ہوا ہے ان کی صفات پر ایمان رکھنا، جیسے کہ جبریل علیہ السلام کی صفت کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے ہمیں خبر دی ہے کہ آپ نے انہیں اس صفت کے ساتھ دیکھا ہے جس پر اللہ تعالی نے انہیں پیدا فرمایا ہے، (اور وہ یہ کہ) ان کے چھ سو پر تھے جو پورے افق کو گھیرے ہوئے تھے۔

اور کبھی کبھی فرشتے اللہ تعالی کے حکم سے انسان کی شکل اختیار کرتے ہیں، جیسا کہ جبریل علیہ السلام کے لئے ہوا کہ جب انہیں اللہ تعالی نے مریم علیہا السلام کے پاس بھیجا تو مکمل انسانی شکل میں ان کے پاس نمودار ہوئے۔ نیز آپ ﷺ کے پاس بھی انسانی شکل میں حاضر ہوئے تھے جب آپ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے درمیان تشریف فرما تھے۔ اسی طرح وہ فرشتے جنہیں اللہ تعالی نے ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کی طرف بھیجا وہ بھی انسان کی صورت میں آئے تھے۔

❹ ان کے وہ اعمال جنہیں وہ بحکم الہی انجام دیتے رہتے ہیں، ان میں سے جن سے ہم واقف ہوئے ہیں ان پر ایمان رکھنا، جیسے کہ اللہ کی تسبیح و تہلیل شب و روز بغیر کسی سستی اور کاہلی کے بجالاتے ہیں۔ اور بسا اوقات بعض فرشتوں کے اعمال مخصوص بھی ہوتے ہیں، جیسے:

-جبریل امین علیہ السلام وحی پر مامور ہیں، اللہ تعالی انہیں وحی دے کر اپنے نبیوں اور رسولوں کے پاس بھیجتا ہے۔

-میکائیل علیہ السلام اللہ تعالی کی طرف سے بارش اور نباتات پر مامور ہیں۔

-اسرافیل علیہ السلام قیامت برپا ہونے اور مخلوق کے (قبروں سے) اٹھنے کے وقت صور پھونکنے پر مامور ہیں۔

-مالک وہ فرشتہ ہے جو جہنم پر مامور ہے، اسے خازن النار بھی کہتے ہیں۔

-اسی طرح وہ فرشتے جو رحم مادر میں موجود جنین (بچہ) پر مامور ہیں، جب بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں چار مہینے مکمل کر لیتا ہے تو اس کے پاس اللہ تعالی ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اسے حکم دیتا ہے کہ اس کی روزی، اس کی موت، اس کا عمل اور اس کے نیک بخت یا بد بخت ہونے کو لکھ دے۔

-اسی طرح ایسے فرشتے ہیں جو بنی آدم کی حفاظت پر مامور ہیں۔

-نیز ایسے بھی فرشتے ہیں جو بنی آدم کے اعمال کی حفاظت اور ہر شخص کے عمل کو لکھنے پر مامور ہیں،ایک فرشتہ اس کی دائیں طرف اور دوسرا اس کی بائیں طرف ہوتا ہے۔

-اسی طرح ایسے بھی فرشتے ہیں جو میت سے قبر میں سوال کرنے پر مامور ہیں،جب کوئی بندہ قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس سے اس کے رب،اس کے دین اور اس کے نبی کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔

فرشتوں پر ایمان رکھنے سے بہت عظیم فائدے حاصل ہوتے ہیں،ان میں سے چند یہ ہیں:

① اس سے اللہ تعالی کی عظمت وقدرت اور اس کے قادر مطلق ہونے کا علم حاصل ہوتا ہے،کیوں کہ جب مخلوق اتنی عظیم ہے تو پھر اس کا خالق کتنا عظیم ہے۔

② بنی آدم کے ساتھ اللہ تعالی کی خاص عنایت واہتمام پر اس کا شکر گزار بندہ بننے کا علم دیتا ہے،کیوں کہ اللہ تعالی نے ان فرشتوں میں سے کچھ فرشتوں کو بنی آدم کی حفاظت اور ان کے اعمال کی لکھائی اور ان کے دیگر مصالح کی نگرانی پر مامور کیا ہوا ہے۔

③ فرشتوں کا مشغلہ اللہ تعالی کی عبادت اور اس کے ہر حکم کی بجاآوری ہے،اس لئے ہمیں فرشتوں سے محبت کرنی چاہئے۔

فرشتوں کے مجسم ہونے کے منکرین پر رد:

کچھ سر پھرے دین سے بد ظن لوگوں کا کہنا ہے کہ فرشتے جسم والے نہیں ہوتے ہیں (یعنی ان کی کوئی شکل وصورت نہیں ہے)،بلکہ وہ ایک خیر کی قوت سے عبارت ہیں جو دیگر مخلوقات کے اندر پوشیدہ ہیں،ان کا یہ عقیدہ سراسر باطل ہے،اور اس سے کتاب اللہ اور سنت نبوی اور اجماع مسلمین کی تکذیب لازم آتی ہے۔اس عقیدہ کے بطلان پر قرآن عظیم کی یہ آیت کریمہ ملاحظہ فرمائیں:

﴿ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ فَاطِرِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ جَاعِلِ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةِ رُسُلًا أُوْلِيٓ أَجۡنِحَةٖ مَّثۡنَىٰ وَثُلَٰثَ وَرُبَٰعَ﴾ [فاطر : ۱]

''اس اللہ کے لئے تمام تعریفیں سزاوار ہیں جو (ابتداءً) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا اور دو دو، تین تین، چار چار پروں والے فرشتوں کو اپنا پیغمبر (قاصد) بنانے والا ہے''۔

❁❁❁❁❁

الْجِنّ

جنات

جنات ایک غیبی عالم (مخلوق) ہیں جنہیں آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور ان کی پیدائش انسان سے پہلے ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا ٱلْإِنسَٰنَ مِن صَلْصَٰلٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ﴿٢٦﴾ وَٱلْجَآنَّ خَلَقْنَٰهُ مِن قَبْلُ مِن نَّارِ ٱلسَّمُومِ ﴿٢٧﴾ ﴾ [الحجر: ٢٦-٢٧]

"یقیناً ہم نے انسانوں کو کالی اور سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا فرمایا ہے، اور اس سے پہلے جنات کو ہم نے لو والی آگ سے پیدا کیا"۔

یہ لوگ بھی دین کی پابندی کے مکلف ہیں، اور مامورات ومنہیات الہیہ ان کی طرف بھی متوجہ کئے جاتے ہیں، اور ان میں مؤمن بھی ہیں اور کافر بھی، اطاعت گزار بھی ہیں اور خطاکار بھی۔ اللہ تعالی ان کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿ وَأَنَّا مِنَّا ٱلْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا ٱلْقَٰسِطُونَ ۖ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُو۟لَٰٓئِكَ تَحَرَّوْا۟ رَشَدًا ﴿١٤﴾ وَأَمَّا ٱلْقَٰسِطُونَ فَكَانُوا۟ لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴾ [الجن: ١٤-١٥]

"ہاں! ہم میں تو بعض مسلمان ہیں اور بعض بے انصاف ہیں، پس جو فرماں بردار ہو گئے انہوں نے تو راہ راست کا قصد کیا، اور جو ظالم ہیں وہ جہنم کے ایندھن بن گئے"۔

دوسری جگہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وَأَنَّا مِنَّا ٱلصَّٰلِحُونَ وَمِنَّا دُونَ ذَٰلِكَ ۖ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ﴾ [الجن: ١١]

"اور یہ کہ (بے شک) ہم میں تو بعض نیکوکار ہیں اور بعض اس کے برعکس بھی ہیں، ہم مختلف طریقوں سے بٹے ہوئے تھے"۔

یعنی یہ بھی کئی جماعتوں اور گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں اور ہوائے نفس کے شکار ہیں جیسے کہ انسانوں میں یہ تمام چیزیں پائی جاتی ہیں، چنانچہ انسانوں کی طرح ان میں سے جو کافر ہیں وہ بالاتفاق جہنم میں داخل ہوں گے، اور جو مؤمن ہیں وہ جنت میں جائیں گے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِۦ جَنَّتَانِ ﴿٤٦﴾ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٤٧﴾ ﴾ [الرحمن: ٤٦-٤٧]

"اور اس شخص کے لئے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا دو جنتیں ہیں، پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟"

جن وانس کا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم کرنا حرام ہے، کیوں کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالی کا فرمان ہے:

«يَا عِبَادِي! إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي, وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا ، فَلاَ تَظَالَمُوا». [رواه مسلم]

"اے میرے بندو! میں نے اپنے نفس پر ظلم کو حرام کرر کھا ہے، اور اسے تمہارے مابین بھی حرام قرار دیا ہے، پس تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو"۔

اس کے باوجود بھی کبھی کبھی جنات انسانوں پر ظلم کرتے ہیں، جس طرح کہ انسان بھی کبھی کبھی جنات پر ظلم کر بیٹھتے ہیں۔

جناتوں پر انسانوں کا ظلم وعدوان:

جناتوں پر انسانوں کا ظلم یہ ہے کہ وہ ہڈی اور گوبر سے استنجا کرتے ہیں، صحیح مسلم میں عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنوں نے کھانے کی چیزوں کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے ایک مرتبہ سوال کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَكُمْ كُلُّ عَظْمٍ ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ ، يَقَعُ فِي أَيْدِيكُمْ أَوْفَرَ مَا يَكُونُ لَحْمًا ، وَكُلُّ بَعْرَةٍ عَلَفٌ لِدَوَابِّكُمْ». [رواه مسلم]

"تمہارے لئے ہر وہ ہڈی ہے جس پر اللہ کا نام لیا جائے (یعنی بسم اللہ کہا جائے)، وہ تمہارے ہاتھ میں آئے گا اس حال میں کہ اس پر گوشت پہلے سے کہیں زیادہ ہوگا، اور ہر مینگنی (یعنی جانور کا پاخانہ) تمہارے جانوروں کے لئے چارہ ہوگا"۔

اور نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

«فَلاَ تَسْتَنْجُوا بِهِمَا فَإِنَّهُمَا طَعَامُ إِخْوَانِكُمْ». [رواه مسلم]

"(اے میری امت کے لوگو!) تم ان دونوں چیزوں (ہڈی اور گوبر) سے استنجا نہ کرو، اس لئے کہ یہ دونوں چیزیں تمہارے بھائی (جناتوں) کی خوراک ہیں"۔

انسانوں پر جناتوں کا ظلم وعدوان:

① انسانوں کے دلوں میں وسوسہ ڈال کر ان پر اپنا تسلط جما لیتے ہیں۔

② انسانوں کو یہ خوف دلاتے اور ڈراتے ہوئے ان کے دلوں میں گھبراہٹ اور رعب ڈال دیتے ہیں، خاص کر ان حالات میں جب انسان ان سے پناہ مانگتا اور ان کا سہارا لیتا ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلۡإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلۡجِنِّ فَزَادُوهُمۡ رَهَقًا﴾ [الجن: ٦]

''بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے''۔

③ جن انسانوں کو پچھاڑ دیتا ہے، یا ان پر غشی اور مرگی ڈال دیتا ہے اور پھر اسے بے ہوش پھینک دیتا ہے، اور اس کی دو قسمیں ہیں:

(الف) جن کی طرف سے یہ غشی اور مرگی ہوتی ہے۔

(ب) یا یہ مرگی اور غشی کسی جسمانی عضو کے مرض کی وجہ سے لاحق ہوتی ہے۔

❁❁❁❁❁

الرُّكْنُ الثَّالِثُ: الإِيمَانُ بِالْكُتُبِ

تیسرا رکن: اللہ کی کتابوں پر ایمان

کتابوں پر ایمان: یعنی ایسا پختہ یقین رکھنا اور تصدیق جازم کرنا کہ اللہ تعالی کی کتابیں ہیں، جنہیں اپنے نبیوں اور رسولوں پر نازل فرمایا ہے، اور قرآن پر ایسا ایمان محکم رکھنا کہ یہ کتاب اپنے سے پہلے تمام کتابوں کو منسوخ کرنے والی ہے، اور یہ کہ اللہ تعالی نے اسے بہت سی ایسی خوبیوں سے امتیاز بخشا ہے جو سابقہ کتابوں میں نہیں تھیں، اور اس بات پر بھی یقین رکھنا کہ یہ قرآن حقیقتاً اللہ کا کلام ہے جو اس سے صادر ہوا ہے۔

اور یہاں پر کتابوں سے مراد وہ آسمانی کتابیں ہیں جنہیں اللہ تعالی نے اپنی مخلوق پر بطور رحمت اور ان کی رشد وہدایت کے لئے اپنے رسولوں پر نازل فرمایا ہے، تاکہ وہ ان کتابوں کو مشعل راہ بنا کر دنیا وآخرت کی سعادت سے ہمکنار ہو سکیں.

کتابوں پر ایمان چار باتوں پر مشتمل ہے:

❶ اس بات پر ایمان رکھنا کہ یہ ساری کتابیں حقیقت میں اللہ کی جانب سے نازل شدہ ہیں۔

❷ ان نازل شدہ آسمانی کتابوں میں سے جن کا نام ہمیں معلوم ہے ان پر مفصل ایمان رکھنا، جیسے: قرآن کریم جو محمد ﷺ پر نازل ہوا، تورات جو موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر نازل ہوئی، انجیل جو عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر نازل ہوئی، اور زبور جو داود عَلَیْہِ السَّلَام پر نازل ہوئی۔ اور جن کتابوں کا نام ہمیں نہیں معلوم ہے ہم ان پر اجمالی ایمان رکھیں گے، یعنی یہ کہ وہ ساری کتابیں اللہ کی طرف سے برحق ہیں۔

❸ ان آسمانی کتابوں کی وہ خبریں جو صحیح ہیں ان کی تصدیق کریں، جیسے: قرآن کے اخبار، اور کتب سابقہ کے وہ اخبار جن میں کوئی تبدیلی وپھیر بدل اور تحریف وتغییر نہیں ہوئی ہے۔

❹ آسمانی کتب کے احکام میں سے جو منسوخ نہیں ہوئے ہیں انہیں بہ خوشی ورضا تسلیم کرتے ہوئے ان پر عمل کریں، خواہ ہم اس کی حکمت سمجھ سکیں یا نہیں، اور یہ کہ تمام سابقہ کتب قرآن عظیم سے منسوخ ہو چکی ہیں۔ اللہ

تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَأَنزَلۡنَآ إِلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ بِٱلۡحَقِّ مُصَدِّقٗا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ ٱلۡكِتَٰبِ وَمُهَيۡمِنًا عَلَيۡهِ ﴾ [المائدة: ٤٨]

''اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی اور ان کی محافظ ہے''۔

یہی وجہ ہے کہ اب سابقہ کتب کے کسی بھی حکم پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، مگر صرف انہیں احکام پر جو صحیح (یعنی تحریف و تبدیل سے محفوظ) ہیں، اور قرآن کریم نے ان کا اقرار کیا اور انہیں برقرار رکھا ہے۔

کتابوں پر ایمان رکھنے کے عظیم ثمرات و فوائد:

① اس سے اللہ تعالی کی اپنے بندوں کے ساتھ عنایت خاص کا علم حاصل ہوتا ہے، کیوں کہ اس نے ہر قوم کی رشد و ہدایت کے لئے کتاب بھیجی ہے۔

② اس سے اللہ تعالی کی اپنی نازل کردہ شریعت میں حکمت کا علم حاصل ہوتا ہے، کیوں کہ اس نے ہر قوم کے لئے اس کے احوال وظروف کے مطابق شریعت بنائی، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿لِكُلٍّ جَعَلۡنَا مِنكُمۡ شِرۡعَةٗ وَمِنۡهَاجٗا﴾ [المائدة: ٤٨]

''تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک دستور اور راہ مقرر کردی ہے''۔

③ اس عظیم نعمت پر ہمیں اللہ تعالی کا شکر گزار ہونا چاہئے۔

❁❁❁❁❁

الرُّكْنُ الرَّابِعُ: الإِيمَانُ بِالرُّسُلِ

چوتھا رکن: رسولوں پر ایمان

رسولوں پر ایمان لانا: یعنی پختہ یقین رکھنا کہ اللہ تعالی نے ہر امت میں رسول بھیجا جو انہیں ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرنے سے ڈراتے اور معبودان باطلہ کے ساتھ کفر وانکار کی دعوت دیتے تھے۔ نیز ہمیں اس بات پر بھی ایمان کامل رکھنا ہے کہ یہ تمام رسول صادق اور نہایت سچے، متقی، نہایت نیکوکار اور پرہیزگار، اللہ تعالی کا خوف رکھنے والے اور بدرجہ اتم امین یعنی امانت دار تھے۔ اور اس بات پر بھی یقین رکھنا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالی کا پیغام مِن وعَن یعنی جوں کا توں بندوں تک پہنچادیا اور اللہ تعالی کی حجت تمام دنیاوالوں پر قائم کردی۔

الرُّسُل: یہ رسول کی جمع ہے، اور مرسَل کے معنی میں ہے، یعنی کسی چیز کو پہنچانے کے لئے بھیجا گیا۔

یہاں پر رسول سے مراد (رسول کا اصطلاحی معنی): وہ بشر جس پر اللہ تعالی کی طرف سے شریعت کی وحی کی گئی اور اسے اللہ کے بندوں تک پہنچانے کا حکم دیا گیا۔

پہلا اور آخری رسول: سب سے پہلا رسول نوح عَلَيْهِ السَّلَامُ ہیں، اور آخری رسول محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہیں۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿إِنَّآ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ كَمَآ أَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰ نُوحٖ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعۡدِهِۦ﴾ [النساء: ١٦٣]

”یقیناہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی کی ہے جیسے کہ نوح اور ان کے بعد والے نبیوں کی طرف کی“۔

صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سے مروی حدیث شفاعت میں ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

«أَنَّ النَّاسَ يَأْتُونَ إِلَى آدَمَ لِيَشْفَعَ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُ إِلَيْهِمْ وَيَقُولُ: ائْتُوا نُوحًا أَوَّلَ رَسُولٍ بَعَثَهُ اللَّهُ ...»

”کہ لوگ بروز قیامت آدم عَلَيْهِ السَّلَامُ کے پاس آئیں گے کہ وہ ان کے لئے شفاعت کریں، تو وہ ان لوگوں سے معذرت

پیش کرتے ہوئے کہیں گے کہ: تم لوگ سب سے پہلا رسول نوح (عَلَیْہِ السَّلَام) کے پاس جاؤ جنہیں اللہ نے مبعوث فرمایا تھا(یعنی لوگوں کی ہدایت کے لئے دنیا میں بھیجا تھا)''۔

اور اللہ تعالی نے محمد ﷺ کے بارے میں فرمایا:

﴿ مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ ﴾ [الأحزاب: ٤٠]

''(لوگو!) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد (ﷺ) نہیں، لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں''۔

اللہ تعالی نے ہر امت اور قوم میں مستقل شریعت دے کر رسول بھیجا، یا اس میں سابق رسول کی شریعت کی تجدید کے لئے نبی مبعوث فرمایا۔اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَٱجْتَنِبُوا۟ ٱلطَّٰغُوتَ ﴾ [النحل: ٣٦]

''ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ لوگو! صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو''۔

نیز اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ﴾ [فاطر: ٢٤]

''اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈرانے والا نہیں گزرا ہو''۔

یہ تمام رسول بشر اور مخلوق تھے، ان میں ربوبیت اور الوہیت کی خصائص اور صفات میں سے کوئی بھی چیز نہیں پائی جاتی تھی۔ اللہ تعالی اپنے نبی محمد ﷺ کے بارے میں -جو کہ سید المرسلین ہیں اور تمام رسولوں میں اس کے نزدیک سب سے عظیم مقام ومرتبہ والے ہیں- فرماتا ہے:

﴿قُل لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُ ۚ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ ٱلْغَيْبَ لَٱسْتَكْثَرْتُ مِنَ ٱلْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ ٱلسُّوٓءُ ۚ إِنْ أَنَا۠ إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴾ [الأعراف: ١٨٨]

''آپ فرمادیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ

نے چاہاہو،اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتااور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا، میں تو محض ڈرانے والااور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں"۔

ان تمام نبیوں اور رسولوں کو بشری خصائص -جیسے مرض وموت اور کھانے پینے کی حاجت وغیرہ- لاحق ہوتی ہیں،ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے رب کی جو وصف بیان کی اسے اللہ تعالی بطور حکایت یوں بیان فرماتا ہے:

﴿ وَٱلَّذِى هُوَ يُطۡعِمُنِى وَيَسۡقِينِ ﴿٧٩﴾ وَإِذَا مَرِضۡتُ فَهُوَ يَشۡفِينِ ﴿٨٠﴾ وَٱلَّذِى يُمِيتُنِى ثُمَّ يُحۡيِينِ ﴿٨١﴾ ﴾ [فاطر: ٢٤]

"وہی ہے جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔اور جب میں بیمار پڑ جاؤں تو مجھے شفاعطا فرماتا ہے۔اور وہی ہے جو مجھے مار ڈالے گا پھر زندہ کرے گا"۔

اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے بارے میں فرمایا:

«إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ، أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ، فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي». [رواه البخاري]

"میں تم جیسا بشر ہوں، میں بھول جاتا ہوں جس طرح تم بھول جایا کرتے ہو، چنانچہ جب میں بھول جاؤں تو مجھے تم یاد دلادیا کرو"۔

اللہ تعالی نے رسولوں اور نبیوں کو ان کے اعلی مقام کے ضمن میں اور ان کی تعریف میں عبودیت کے وصف سے متصف کیا ہے۔چنانچہ نوح عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں فرمایا:

﴿إِنَّهُۥ كَانَ عَبۡدٗا شَكُورٗا﴾ [الإسراء: ٣]

"وہ (نوح عَلَیْہِ السَّلَام) ہمارا بڑا ہی شکر گزار بندہ تھا"۔

اور محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بارے میں فرمایا:

﴿تَبَارَكَ ٱلَّذِى نَزَّلَ ٱلۡفُرۡقَانَ عَلَىٰ عَبۡدِهِۦ لِيَكُونَ لِلۡعَٰلَمِينَ نَذِيرًا﴾ [الفرقان: ١]

"بہت بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے (محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) پر فرقان (قرآن) اتارا تاکہ وہ تمام لوگوں کے لئے آگاہ کرنے والا بن جائے"۔

اور اسی طرح دیگر انبیاء ورسل کے بارے میں بھی ہے۔

رسولوں پر ایمان لانا چار چیزوں کو شامل ہے:

❶ اس بات پر ایمان رکھنا کہ ان تمام رسولوں کی رسالت اللہ تعالی کی جانب سے برحق ہے، اس لئے جس کسی نے ان رسولوں میں سے کسی ایک کا کفر اور انکار کیا تو حقیقت میں اس نے تمام رسولوں کے ساتھ کفر اور انکار کیا، جیسا کہ فرمان رب ﷻ ہے:

﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ﴾ [الشعراء: ١٠٥]

''قوم نوح نے بھی نبیوں کو جھٹلایا''۔

یہاں پر اللہ تعالی نے قوم نوح کو تمام رسولوں کا انکار اور تکذیب کرنے والا بتلایا، حالانکہ جس وقت ان لوگوں نے نوح علیہ السلام کی تکذیب کی تھی اس وقت روئے زمین پر ان کے علاوہ کوئی دوسرا رسول نہیں تھا، لیکن بات یہ ہے کہ ایک رسول کی تکذیب سے تمام رسولوں کی تکذیب لازم آگئی۔

اسی بنا پر وہ عیسائی (نصرانی) لوگ جنہوں نے محمد ﷺ کی تکذیب کی اور آپ پر ایمان نہیں لائے اور نہ آپ کی اتباع کی، تو درحقیقت انہوں نے خود اپنے رسول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی تکذیب کی اور ان کے متبعین بھی نہیں رہے، خاص کر اس اعتبار سے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ہی ان کو محمد ﷺ کی بشارت سنائی تھی، اور اس بشارت کا صرف یہی مطلب تھا کہ وہ ان کے پاس اللہ کا رسول بنکر آئیں گے جن کے ذریعہ اللہ تعالی انہیں راہ ضلالت سے نکال کر سیدھا راستہ دکھائیں گے۔

❷ ان رسولوں میں سے جن کے نام کا ہمیں علم حاصل ہوا، ان پر مفصل ایمان رکھنا، جیسے کہ محمد ﷺ، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور نوح علیہم السلام، یہ پانچوں تمام رسولوں میں "اولوالعزم" رسول کہلاتے ہیں، اور ان پانچوں کا اللہ تعالی نے قرآن کریم میں دو مقامات پر ذکر فرمایا ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنكَ وَمِن نُّوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ﴾ [الأحزاب: ٧]

''جب کہ ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا اور بالخصوص آپ (ﷺ) سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ بن مریم سے''۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ شَرَعَ لَكُم مِّنَ ٱلدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِۦ نُوحًا وَٱلَّذِيٓ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ وَمَا وَصَّيۡنَا بِهِۦٓ إِبۡرَٰهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰٓۖ أَنۡ أَقِيمُواْ ٱلدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُواْ فِيهِۚ ﴾ [الشورى: ١٣]

''اللہ تعالی نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کردیا ہے جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا، اور جو بذریعۂ وحی ہم نے تیری طرف بھیج دی ہے، اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا''۔

اور ان برگزیدہ رسولوں میں سے جن کے نام ہمیں نہیں معلوم ہیں ہم ان پر مجمل ایمان رکھیں۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَلَقَدۡ أَرۡسَلۡنَا رُسُلًا مِّن قَبۡلِكَ مِنۡهُم مَّن قَصَصۡنَا عَلَيۡكَ وَمِنۡهُم مَّن لَّمۡ نَقۡصُصۡ عَلَيۡكَۗ ﴾ [غافر: ٧٨]

''یقینا ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں جن میں سے بعض کے واقعات ہم آپ کو بیان کر چکے ہیں اور ان میں سے بعض کے قصّے تو ہم نے آپ کو بیان ہی نہیں کئے''۔

❸ ان رسولوں کے بارے میں جو واقعات اور خبریں صحیح ہیں ان کی تصدیق کرنا۔

❹ ان رسولوں میں سے جو رسول ہماری طرف بھیجے گئے ان کی شریعت پر عمل کرنا، اور وہ ہیں خاتم الرسل محمد ﷺ، جو تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤۡمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيۡنَهُمۡ ثُمَّ لَا يَجِدُواْ فِيٓ أَنفُسِهِمۡ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيۡتَ وَيُسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ﴾ [النساء: ٦٥]

''سو قسم ہے تیرے پروردگار کی یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں،

پھر جو فیصلہ آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرماں برداری کے ساتھ قبول کرلیں"۔

رسولوں پر ایمان رکھنے کے بہت عظیم فائدے ہیں، ان میں سے کچھ یہ ہیں:

① اس سے اللہ تعالی کی اپنے بندوں کے ساتھ عظیم عنایت اور خاص رحمت کا علم حاصل ہوتا ہے، کیوں کہ اللہ تعالی نے اپنے بندوں کی طرف اپنا رسول بھیجا تاکہ وہ انہیں اللہ کی سیدھی راہ دکھلائیں اور ان کے لئے یہ بالکل واضح کر دیں کہ وہ اللہ تعالی کی عبادت کس طرح کریں، اور یہ اس لئے کہ انسانی عقل اس سلسلے میں تنہا معرفت حاصل نہیں کر سکتی ہے۔

② ہمیں اللہ تعالی کی اس عظیم نعمت پر شکر گذار ہونا چاہئے۔

③ تمام رسولوں سے ہمیں محبت اور ان کی تعظیم کرنی چاہئے نیز ان کی شایان شان ان کی خوبی اور ان کی تعریف کرنی چاہئے، کیوں کہ یہ تمام کے تمام اللہ تعالی کے برحق رسول ہیں جنہوں نے اس کی عبادت کی، اور اس کے احکام کی تبلیغ کرتے ہوئے اس کے بندوں کے ساتھ خیر خواہی کی۔

معاندین نے یہ گمان کرتے ہوئے کہ انبیاء ورسل انسانوں میں سے نہیں ہو سکتے ہیں ان کا انکار کیا اور ان کی تکذیب کی۔ اللہ تعالی نے ان کی اس بدگمانی کو قرآن کریم میں ذکر کر کے اس کا رد کیا اور اسے باطل ومردود گردانا ہے:

﴿ وَمَا مَنَعَ ٱلنَّاسَ أَن يُؤۡمِنُوٓاْ إِذۡ جَآءَهُمُ ٱلۡهُدَىٰٓ إِلَّآ أَن قَالُوٓاْ أَبَعَثَ ٱللَّهُ بَشَرٗا رَّسُولٗا ﴿٩٤﴾ قُل لَّوۡ كَانَ فِي ٱلۡأَرۡضِ مَلَٰٓئِكَةٞ يَمۡشُونَ مُطۡمَئِنِّينَ لَنَزَّلۡنَا عَلَيۡهِم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ مَلَكٗا رَّسُولٗا ﴿٩٥﴾ ﴾ [الإسراء: ٩٤-٩٥]

"لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکنے کے بعد ایمان سے روکنے والی صرف یہی چیز رہی کہ انہوں نے کہا کیا اللہ نے ایک انسان کو ہی رسول بنا کر بھیجا؟ آپ کہہ دیں کہ اگر زمین میں فرشتے چلتے پھرتے اور رہتے بستے ہوتے تو ہم بھی ان کے پاس کسی آسمانی فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجتے"۔

الرُّكْنُ الْخَامِسُ: الإِيمَانُ بِالْيَوْمِ الآخِرِ

پانچواں رکن: یوم آخرت پر ایمان

یوم آخرت پر ایمان لانے کا مطلب: موت کے بعد واقع ہونے والی چیزوں میں سے جن کی خبر اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں اور پیارے رسول ﷺ نے اپنی سنت میں دی ہے ان تمام چیزوں پر بالکل پختہ یقین کرنا، جیسے: قبر کا فتنہ، اس کا عذاب اور اس کی نعمتیں، دوبارہ اٹھایا جانا اور حشر کے میدان میں جمع ہونا، صحیفے یعنی اعمال نامہ کا بانٹا جانا، حساب کا ہونا، میزان (یعنی عدل کے ترازو کا ہونا جس سے بندوں کے اعمال تولے جائیں گے)، پیارے نبی ﷺ کو حوض کا ملنا جس سے میدان حشر میں مؤمنوں کو سیراب کریں گے، جہنم پر پل کا ہونا اور اس سے ہر نیک وبد کا گزرنا، شفاعت کا ہونا، جنت اور نار دوزخ کا ہونا، اور اہل جنت کے لئے جنت میں نعمتوں اور اہل دوزخ کے لئے دوزخ کی سزاؤں اور عذابوں کا ہونا، نیز قرب قیامت کی ہر ظہور پذیر ہونے والی چھوٹی اور بڑی علامتوں کا ہونا۔

یوم آخرت: یعنی قیامت کا دن جس میں سارے لوگ حساب وجزاء کے لئے دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ یوم آخرت کا نام اس لئے یوم آخرت رکھا گیا ہے کہ اب اس کے بعد دوبارہ کوئی دن نہیں ہوگا، کیوں کہ اہل جنت جنت میں اپنی اپنی منزلوں میں قیام پذیر ہو جائیں گے، اور اہل دوزخ نار جہنم میں اپنی اپنی جگہوں میں ڈال دئے جائیں گے۔

یوم آخرت پر ایمان لانا تین چیزوں کو شامل ہے:

❶ **بعث بعد الموت پر ایمان:** یعنی موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا، اور یہ اس وقت ہوگا جب صور میں دوسری مرتبہ پھونک ماری جائے گی (یعنی جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا)، تو تمام لوگ اللہ رب العالمین کے سامنے باحیات کھڑے ہو جائیں گے اس حال میں کہ وہ ننگے پیر بغیر جوتے کے، ننگے بدن بغیر لباس کے اور بغیر ختنہ کئے ہوئے فطری تخلیق پر ہوں گے. اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿كَمَا بَدَأْنَآ أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُۥ ۚ وَعْدًا عَلَيْنَآ ۚ إِنَّا كُنَّا فَٰعِلِينَ﴾ [الأنبياء: ١٠٤]

"جیسے کہ ہم نے اول دفعہ پیدائش کی تھی اسی طرح دوبارہ کریں گے، یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے، اور ہم اسے ضرور کر

کے ہی رہیں گے“۔

بعث بعد الموت یعنی موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا بالکل حق اور سچ ہے جس پر کتاب وسنت اور اجماع امت کا ثبوت موجود ہے۔اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ ثُمَّ إِنَّكُم بَعۡدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ١٥ ثُمَّ إِنَّكُمۡ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ تُبۡعَثُونَ ﴾ [المؤمنون: ١٥-١٦]

”اس کے بعد پھر تم یقینا مر جانے والے ہو۔پھر قیامت کے دن بلاشبہ تم سب اٹھائے جاؤ گے“۔

اور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

«يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلاً». [متفق عليه]

”لوگ قیامت کے دن ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بغیر ختنہ کئے ہوئے فطری پیدائش پر اٹھائے جائیں گے“۔

اور اس کے بر حق ہونے کے اثبات پر تمام مسلمانوں کا اتفاق واجماع ہے۔

نیز یہ حکمت کے عین مطابق بھی ہے، کیوں کہ حکمت کا تقاضا یہ ہے (عقل یہ کہتی ہے) کہ اللہ تعالی اس مخلوق کے لئے کوئی وقت مقرر کرے جس میں انہیں رسولوں کی زبانی مکلف کئے گئے امور پر بدلہ دے۔اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿ أَفَحَسِبۡتُمۡ أَنَّمَا خَلَقۡنَٰكُمۡ عَبَثٗا وَأَنَّكُمۡ إِلَيۡنَا لَا تُرۡجَعُونَ ﴾ [المؤمنون: ١١٥]

”کیا تم یہ گمان کئے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں یوں ہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے؟“

اور اللہ تعالی نے اپنے نبی محمد ﷺ سے فرمایا:

﴿إِنَّ ٱلَّذِي فَرَضَ عَلَيۡكَ ٱلۡقُرۡءَانَ لَرَآدُّكَ إِلَىٰ مَعَادٖ﴾ [القصص: ٨٥]

”جس اللہ نے آپ پر قرآن نازل فرمایا ہے وہ آپ کو دوبارہ پہلی جگہ لانے والا ہے“۔

❷ **حساب اور جزاء پر ایمان:** بندہ اپنے عمل پر حساب لیا جائے گا اور اس پر بدلہ دیا جائے گا، اس پر اللہ کی کتاب اور سنت رسول ﷺ اور مسلمانوں کے اجماع کی دلیلیں موجود ہیں۔اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ إِنَّ إِلَيۡنَآ إِيَابَهُمۡ ٢٥ ثُمَّ إِنَّ عَلَيۡنَا حِسَابَهُم ٢٦ ﴾ [الغاشية: ٢٥-٢٦]

''بیشک ہماری طرف ان کا لوٹنا ہے۔ بیشک ہمارے ذمہ ہے ان سے حساب لینا''۔

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللَّهَ يُدْنِي الْمُؤْمِنَ فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَنَفَهُ وَيَسْتُرُهُ، فَيَقُولُ: أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟ أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟ فَيَقُولُ: نَعَمْ أَيْ رَبِّ، حَتَّى إِذَا قَرَّرَهُ بِذُنُوبِهِ وَرَأَى أَنَّهُ قَدْ هَلَكَ، قَالَ: قَدْ سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَأَنَا أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ، فَيُعْطَى كِتَابُ حَسَنَاتِهِ، وَأَمَّا الْكُفَّارُ وَالْمُنَافِقُونَ فَيُنَادَى بِهِمْ عَلَى رُؤُوسِ الْخَلَائِقِ: هَؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ». [متفق عليه]

''اللہ تعالی مومن بندہ کو قریب کرے گا اور اس کے اوپر اپنا پردہ ڈال کر اس کو چھپالے گا (یعنی اس کو اپنی حفاظت اور عنایت میں لے لے گا)، اور پھر فرمائے گا: کیا یہ گناہ تو جانتا ہے؟ اور کیا یہ گناہ تو جانتا ہے؟ تو بندہ کہے گا: ہاں اے میرے رب، یہاں تک کہ جب اس کے تمام گناہوں کا اقرار کروالے گا، اور بندہ یہ سمجھے گا کہ اب وہ ہلاک ہو گیا، تو اللہ تعالی اس سے فرمائے گا: دنیا میں ہم نے تیرے ان گناہوں پر پردہ ڈالے رکھا، اور آج تیرے ان تمام گناہوں کو معاف کرتا ہوں، اس کے بعد اس کو اس کی نیکیوں کی کتاب دی جائے گی۔ لیکن کفار اور منافقین کو تمام مخلوقات کے روبرو بآواز بلند پکارا جائے گا کہ: یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا''۔

حساب کے ہونے اور اعمال کا بدلہ دئے جانے کے اثبات پر مسلمانوں کا اتفاق ہے، اور یہ حکمت کا تقاضا بھی ہے۔

❸ جنت اور نار جہنم پر ایمان رکھنا اور یہ کہ جنت یا جہنم مخلوق کا ابدی اور آخری ٹھکانہ ہے۔

جنت: نعمتوں کا گھر ہے، جسے اللہ تعالی نے اپنے ان مومن اور متقی بندوں کے لئے تیار کیا ہے جو ان چیزوں پر ایمان لائے جن پر ایمان لانا اس نے واجب کیا ہے، اور جو اخلاص کے ساتھ اللہ کی اطاعت وفرماں برداری کئے، اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع اور تابع داری کئے۔

اس میں مختلف قسم کی ایسی نعمتیں ہیں جنہیں نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر اس کا خیال گذرا ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ أُوْلَٰٓئِكَ هُمۡ خَيۡرُ ٱلۡبَرِيَّةِ ۝٧ جَزَآؤُهُمۡ عِندَ رَبِّهِمۡ جَنَّٰتُ عَدۡنٖ تَجۡرِي مِن تَحۡتِهَا

ٱلۡأَنۡهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدٗاۖ رَّضِيَ ٱللَّهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُواْ عَنۡهُۚ ذَٰلِكَ لِمَنۡ خَشِيَ رَبَّهُۥ ﴿٨﴾ ﴾ [البینة: ۷-۸]

''بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے یہ لوگ بہترین خلائق ہیں۔ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہیشگی والی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے،اللہ تعالی ان سے راضی ہوا اور یہ اس سے راضی ہوئے،یہ ہے اس کے لئے جو اپنے پرور دگار سے ڈرے''۔

دوسری جگہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٞ مَّآ أُخۡفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعۡيُنٖ جَزَآءَۢ بِمَا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ ﴾ [السجدة: ۱۷]

''کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پوشیدہ کر رکھی ہے،جو کچھ کرتے تھے یہ اس کا بدلہ ہے''۔

جہنم: یہ عذاب کا گھر ہے جسے اللہ تعالی نے ان کافروں اور ظالموں کے لئے تیار کر رکھی ہے جنہوں نے اللہ تعالی کے ساتھ کفر کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی۔

اس میں ایسی مختلف قسم کی سزائیں،عذاب اور اندوہ ناک بلائیں ہیں،جو انسانوں کے تصور اور خیالات سے بالا تر ہیں۔اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وَٱتَّقُواْ ٱلنَّارَ ٱلَّتِيٓ أُعِدَّتۡ لِلۡكَٰفِرِينَ ﴾ [آل عمران: ۱۳۱]

''اور اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے''۔

دوسری جگہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿إِنَّآ أَعۡتَدۡنَا لِلظَّٰلِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمۡ سُرَادِقُهَاۚ وَإِن يَسۡتَغِيثُواْ يُغَاثُواْ بِمَآءٖ كَٱلۡمُهۡلِ يَشۡوِي ٱلۡوُجُوهَۚ بِئۡسَ ٱلشَّرَابُ وَسَآءَتۡ مُرۡتَفَقًا ﴾ [الکهف: ۲۹]

''ظالموں کے لئے ہم نے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں انہیں گھیر لیں گی،اگر وہ فریادرسی چاہیں گے تو ان کی فریادرسی اس پانی سے کی جائے گی جو تیل کی تلچھٹ جیسا ہو گا جو چہرے کو بھون دے گا،بڑا برا پانی ہے اور بڑی بری

آرام گاہ(دوزخ)ہے''۔

یوم آخرت پر ایمان رکھنے کے بہت عظیم فائدے ہیں،ان میں سے کچھ یہ ہیں:

① نیکی اور اطاعت کے کام کرنے میں رغبت اور اس پر حریص ہونا اس امید کے ساتھ کہ اس کا ثواب بروز قیامت ملے۔

② قیامت کے دن کے عقاب اور سزا سے خوف کھا کر معصیت اور نافرمانی کے کام کرنے اور اس پر خوشی محسوس کرنے سے رہبت اور گھبراہٹ۔

③ دنیا کی جو چیزیں نہ مل سکیں لیکن آخرت کی نعمتیں اور اس کا ثواب، جس کی اللہ کی ذات سے بھرپور امید ہوتی ہے،اس سے ایک مومن کو اطمینان قلب اور تسلی حاصل ہوتی ہے۔

منکرین بعث پر رد:

بعث بعد الموت یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا کافروں نے بڑی شدت سے انکار کیا ہے،ان کا گمان یہ ہے کہ اب پھر سے جی اٹھنا ممکن ہی نہیں ہے۔ مگر ان کا یہ گمان باطل اور مردود ہے،اس عقیدہ کے بطلان پر شریعت، حس اور عقل دلالت کرتی ہیں۔

شریعت کی دلیل: اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ زَعَمَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ أَن لَّن يُبۡعَثُواْۚ قُلۡ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبۡعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلۡتُمۡۚ وَذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرٞ ﴾ [التغابن: ٧]

''ان کافروں نے خیال کیا ہے کہ دوبارہ زندہ نہ کئے جائیں گے، آپ کہہ دیجئے کہ کیوں نہیں، اللہ کی قسم تم ضرور دوبارہ اُٹھائے جاؤگے، پھر جو تم نے کیا ہے اس کی خبر دئے جاؤگے، اور اللہ پر یہ بالکل ہی آسان ہے''۔

نیز تمام آسمانی کتابیں اس پر متفق ہیں کہ دوبارہ سب اُٹھائے جائیں گے۔

حس کی دلیل: اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو اس دنیا میں مردوں کو دوبارہ زندہ کر کے دکھا دیا ہے۔ سورۃ البقرۃ میں اس کی پانچ مثالیں موجود ہیں:

پہلی مثال: موسیٰ عَلَیۡہِ السَّلَام کی قوم نے جب ان سے کہا کہ ہم ہر گز تم پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ ہم اللہ کو سامنے دیکھ لیں، تو اللہ تعالی نے انہیں موت دے دی پھر دوبارہ زندہ کیا، اسی چیز کو اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ وَإِذۡ قُلۡتُمۡ يَٰمُوسَىٰ لَن نُّؤۡمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَى ٱللَّهَ جَهۡرَةً فَأَخَذَتۡكُمُ ٱلصَّٰعِقَةُ وَأَنتُمۡ تَنظُرُونَ ۝٥٥ ثُمَّ بَعَثۡنَٰكُم مِّنۢ بَعۡدِ مَوۡتِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُونَ ۝٥٦ ﴾ [البقرة: ٥٥-٥٦]

''اور (تم اسے یاد کرو) جب تم نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا کہ جب تک ہم اپنے رب کو سامنے نہ دیکھ لیں ہر گز ایمان نہ لائیں گے، (جس گستاخی کی سزا میں) تم پر تمہارے دیکھتے ہوئے بجلی گری۔ (لیکن) پھر اس لئے کہ تم شکر گزاری کرو، اس موت کے بعد بھی ہم نے تمہیں زندہ کر دیا''۔

دوسری مثال: اس مقتول کا واقعہ جس کے بارے میں بنو اسرائیل جھگڑ رہے تھے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ وَإِذۡ قَتَلۡتُمۡ نَفۡسٗا فَٱدَّٰرَٰٔتُمۡ فِيهَاۖ وَٱللَّهُ مُخۡرِجٞ مَّا كُنتُمۡ تَكۡتُمُونَ ۝٧٢ فَقُلۡنَا ٱضۡرِبُوهُ بِبَعۡضِهَاۚ كَذَٰلِكَ يُحۡيِ ٱللَّهُ ٱلۡمَوۡتَىٰ وَيُرِيكُمۡ ءَايَٰتِهِۦ لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُونَ ۝٧٣ ﴾ [البقرة: ٧٣]

''جب تم نے ایک شخص کو قتل کر ڈالا، پھر اس میں اختلاف کرنے لگے اور تمہاری پوشیدگی کو اللہ تعالی ظاہر کرنے والا تھا۔ ہم نے کہا کہ اس گائے کا ایک ٹکڑا مقتول کے جسم پر لگا دو (وہ جی اٹھے گا)، اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کر کے تمہیں تمہاری عقل مندی کے لئے نشانیاں دکھاتا ہے''۔

تیسری مثال: وہ لوگ جو موت کے ڈر سے ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے بھاگ نکلے تھے، تو اللہ تعالی نے انہیں موت دے دی پھر انہیں دوبارہ زندہ کر دیا۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ أَلَمۡ تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ خَرَجُواْ مِن دِيَٰرِهِمۡ وَهُمۡ أُلُوفٌ حَذَرَ ٱلۡمَوۡتِ فَقَالَ لَهُمُ ٱللَّهُ مُوتُواْ ثُمَّ أَحۡيَٰهُمۡۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَذُو فَضۡلٍ عَلَى ٱلنَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكۡثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَشۡكُرُونَ ﴾ [البقرة: ٢٤٣]

''کیا تم نے انہیں نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں تھے اور موت کے ڈر کے مارے اپنے گھروں سے نکل کھڑے

ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا مر جاؤ پھر انہیں زندہ کر دیا، بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا فضل والا ہے، لیکن اکثر لوگ ناشکرے ہیں"۔

چوتھی مثال: اس شخص کا واقعہ جو ایک مردہ بستی سے گزرے تو انہوں نے اس بستی کو دوبارہ زندہ کیا جانا بہت مشکل سمجھا، تو اللہ تعالیٰ نے اسے سو سال تک موت دے دی پھر زندہ کیا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۖ فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ ۖ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۖ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۖ وَانظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ ۖ وَانظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾ [البقرة: ٢٥٩]

"یا اس شخص کے مانند کہ جس کا گزر اس بستی پر ہوا جو چھت کے بل اوندھی ہوئی پڑی تھی، وہ کہنے لگا: اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ اسے کس طرح زندہ کرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے اسے مار دیا سو سال کے لئے، پھر اسے اٹھایا، پوچھا کتنی مدت تجھ پر گزری؟ کہنے لگا: ایک دن یا دن کا کچھ حصہ، فرمایا: بلکہ تو سو سال تک رہا، اب تو اپنے کھانے پینے کو دیکھ کہ بالکل خراب نہیں ہوا، اور اپنے گدھے کو بھی دیکھ، ہم تجھے لوگوں کے لئے ایک نشانی بناتے ہیں، تو دیکھ کہ ہم ہڈیوں کو کس طرح اٹھاتے ہیں، پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں، جب یہ سب ظاہر ہو چکا تو کہنے لگا میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے"۔

پانچویں مثال: اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ، جب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ فریاد کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں دکھادے کہ وہ مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ اس سلسلے میں سورۃ البقرۃ کی یہ آیت ملاحظہ ہو:

﴿ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ ۖ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِن ۖ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي ۖ قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ۚ وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾ [البقرة: ٢٦٠]

''اور جب ابراہیم (عَلَیْہِ السَّلام) نے کہا کہ اے میرے پروردگار! مجھے دکھا تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا؟(جناب باری تعالی نے)فرمایا: کیا تمہیں ایمان نہیں؟جواب دیا: ایمان تو ہے لیکن میرے دل کی تسکین ہو جائے گی، فرمایا: چار پرندلو، ان کے ٹکڑے کر ڈالو، پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا رکھ دو، پھر انہیں پکارو، تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آجائیں گے، اور جان رکھو کہ اللہ تعالی غالب ہے حکمتوں والا ہے''۔

یہ تمام حسی مثالیں ہیں جو واقع ہو چکی ہیں جن سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ مردوں کو دوبارہ زندہ کرنا ممکن ہے۔

نیز عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلام کے معجزات میں سے یہ ہے کہ وہ بحکم باری تعالی مرددوں کو زندہ کر دیتے اور قبروں سے انہیں باذن اللہ نکال لیتے تھے۔

عقل کی دلیل: بعث بعد الموت (موت کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے) پر عقل کی دلیل دووجہوں سے کچھ یوں ہے:

① اللہ تعالی جو ابتدا ہی میں آسمانوں، زمینوں اور ان کے درمیان جو چیزیں ہیں سب کا خالق اور پیدا کرنے والا ہے، تو جو ذات شروع میں ان سب کے پیدا کرنے پر قادر ہے وہ انہیں دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز نہیں ہو سکتا۔ فرمان رب ذوالجلال ہے:

﴿وَهُوَ ٱلَّذِى يَبۡدَؤُاْ ٱلۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيدُهُۥ وَهُوَ أَهۡوَنُ عَلَيۡهِ﴾ [الروم: ٢٧]

''وہی ہے جو اول بار مخلوق کو پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا، اور یہ تو اس پر بہت ہی آسان ہے''۔

اور ایک دوسری جگہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿كَمَا بَدَأۡنَآ أَوَّلَ خَلۡقٖ نُّعِيدُهُۥۚ وَعۡدًا عَلَيۡنَآۚ إِنَّا كُنَّا فَٰعِلِينَ﴾ [الأنبياء: ١٠٤]

''جیسے کہ ہم نے اول دفعہ پیدائش کی تھی اسی طرح دوبارہ کریں گے، یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے اور ہم اسے ضرور کرکے (ہی) رہیں گے''۔

② یہ زمین اس طرح مردہ اور بنجر بن جاتی ہے کہ اس میں ہریالیوں کا نام ونشان نہیں رہتا اور کوئی ہرا پودا نظر نہیں آتا ہے، پس اللہ تعالی اس پر بارش نازل فرماتا ہے جس سے وہ دوبارہ زندہ اور سرسبز بن جاتی ہے، نیز ہر طرح کی ہریالیاں لوٹ آتی ہیں اور سرسبز پیڑ پودے نکل آتے ہیں۔ چنانچہ جو ہستی اس زمین کو اس کے مرنے (بنجر اور خشک ہونے) کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے، وہ ان مردوں کو بھی دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَمِنْ ءَايَـٰتِهِۦٓ أَنَّكَ تَرَى ٱلْأَرْضَ خَـٰشِعَةً فَإِذَآ أَنزَلْنَا عَلَيْهَا ٱلْمَآءَ ٱهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۚ إِنَّ ٱلَّذِىٓ أَحْيَاهَا لَمُحْىِ ٱلْمَوْتَىٰٓ ۚ إِنَّهُۥ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ﴾ [فصلت: ٣٩]

''اس اللہ کی نشانیوں میں سے (یہ بھی) ہے کہ تو زمین کو دبی دبائی دیکھتا ہے، پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو وہ تروتازہ ہو کر ابھرنے لگتی ہے، جس نے اسے زندہ کیا وہی یقینی طور پر مردوں کو بھی زندہ کرنے والا ہے، بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے''۔

یوم آخرت پر ایمان کے ساتھ ہر اس چیز کو ملایا جائے گا جو موت کے بعد واقع ہونے والی ہے، جیسے:

(الف) فتنۂ قبر: یعنی میت کے دفن کئے جانے کے بعد اس سے اس کے رب، اس کے دین اور اس کے نبی کے بارے میں سوال کا کیا جانا، پس اللہ تعالی ایمان والوں کو پکی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے (انہیں ثابت قدمی عطا فرماتا ہے)، چنانچہ مؤمن جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے، اور میرا دین اسلام ہے، اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں۔ اور اللہ تعالی ظالموں کو بہکا دیتا ہے، پس کافر کہتا ہے: ہائے ہائے میں نہیں جانتا اور منافق یا مرتاب (یعنی وہ شخص جو شکوک وشبہات کا شکار تھا) کہتا ہے: میں نہیں جانتا، میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تو اسی چیز کو میں نے بھی کہا۔

(ب) قبر کا عذاب اور اس کی نعمتیں:

قبر کا عذاب: قبر کا عذاب منافقوں اور کافروں کو ہوگا، اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَلَوْ تَرَىٰٓ إِذِ ٱلظَّـٰلِمُونَ فِى غَمَرَٰتِ ٱلْمَوْتِ وَٱلْمَلَـٰٓئِكَةُ بَاسِطُوٓا۟ أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوٓا۟ أَنفُسَكُمُ ۖ ٱلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ ٱلْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى ٱللَّهِ غَيْرَ ٱلْحَقِّ وَكُنتُمْ عَنْ ءَايَـٰتِهِۦ تَسْتَكْبِرُونَ﴾ [الأنعام: ٩٣]

’’اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے کہ ہاں اپنی جانیں نکالو، آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی اس سبب سے کہ تم اللہ تعالی کے ذمہ جھوٹی باتیں لگاتے تھے، اور تم اللہ تعالی کی آیات سے تکبر کرتے تھے‘‘۔

اور اللہ تعالی نے آل فرعون کے بارے میں فرمایا:

﴿ ٱلنَّارُ يُعۡرَضُونَ عَلَيۡهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّاۖ وَيَوۡمَ تَقُومُ ٱلسَّاعَةُ أَدۡخِلُوٓاْ ءَالَ فِرۡعَوۡنَ أَشَدَّ ٱلۡعَذَابِ ﴾ [غافر: ٤٦]

’’آگ ہے جس کے سامنے یہ ہر صبح شام لائے جاتے ہیں، اور جس دن قیامت قائم ہو گی (فرمان ہو گا کہ) فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈالو‘‘۔

اور صحیح مسلم میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ». [رواه مسلم]

’’تم لوگ قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو‘‘۔

قبر کی نعمتیں: قبر کی نعمتیں پکے اور سچے مؤمنوں کے لئے ہیں، فرمان رب ذو الجلال ہے:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ قَالُواْ رَبُّنَا ٱللَّهُ ثُمَّ ٱسۡتَقَٰمُواْ تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُواْ وَلَا تَحۡزَنُواْ وَأَبۡشِرُواْ بِٱلۡجَنَّةِ ٱلَّتِي كُنتُمۡ تُوعَدُونَ ﴾ [فصلت: ٣٠]

’’(واقعی) جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر اسی پر قائم رہے، ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو، (بلکہ) اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دئے گئے ہو‘‘۔

اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس مؤمن کے بارے میں جو اپنی قبر میں دونوں فرشتوں (منکر-نکیر) کے سوالات کا جواب دے دیتا ہے فرمایا:

«يُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَنْ صَدَقَ عَبْدِي فَأَفْرِشُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَأَلْبِسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ، قَالَ: فَيَأْتِيهِ مِنْ رَوْحِهَا وَطِيبِهَا وَيُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ مَدَّ بَصَرِهِ» [رواه أحمد وأبو داود في حديث طويل]

''آسمان سے منادی ندا (آواز دینے والا آواز) دیتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا، پس اس کے لئے جنت کا بستر بچھا دو اور اس کو جنت کا لباس پہنا دو، اور اس کا دروازہ جنت کی طرف کھول دو، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ پس اس کے پاس جنت کی تر و تازہ ہوا اور اس کی خوشبو اس کے پاس آتی ہے اور اس کی قبر اس کے لئے تا حدّ نگاہ کشادہ کر دی جاتی ہے''۔

عذاب قبر اور اس کی نعمتوں کے منکرین کا شبہ اور اس کا رد:

حق سے روگرداں اور گمراہ اہل باطل نے عذاب قبر اور اس کی نعمتوں کا انکار کیا ہے، وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کا وقوع ناممکن ہے، کیوں کہ یہ امر واقع کے خلاف ہیں، اور وہ اس طرح سے کہ اگر میت کو اس کی قبر میں کھول کر دیکھا جائے تو وہ بعینہ ویسا ہی پایا جاتا ہے جیسا دفن کیا گیا تھا (اس پر کسی چیز کا کوئی نشان نہیں)، اور قبر بھی جوں کی توں ہے، نہ وہ تنگ ہوئی ہے اور نہ ہی کشادہ۔

ان کا یہ زعم و گمان شریعت مطہرہ، حس اور عقل کی روشنی میں (دلیلوں سے) باطل اور بے بنیاد ہے:

شریعت کی دلیل: اس سے پہلے قبر کے عذاب اور اس کی نعمتوں پر دلالت کرنے والی دلیلیں گذر چکی ہیں، مزید ایک دلیل اور ملاحظہ کریں:

صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مدینہ کے باغوں میں سے ایک باغ سے نکلے، تو آپ ﷺ نے دو آدمیوں کی آوازیں سنیں جنہیں ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔ اس حدیث کو ذکر کرتے ہوئے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان دونوں میں سے ایک پیشاب (کے چھینٹوں) سے نہیں بچتا تھا، اور دوسرا چغلخوری میں لگا رہتا تھا''۔

حس کی دلیل: ایک سونے والا حالت نیند میں خواب دیکھتا ہے کہ وہ ایسی پر کشش اور باغ و بہار والی جگہ میں ہے جہاں چاروں طرف نعمتیں ہی نعمتیں ہیں، ان میں اسے کیف و سرور مل رہا ہے، یا کچھ سونے والا یہ خواب دیکھتا ہے

کہ وہ ایسی تنگ اور وحشت والی جگہ میں ہے جہاں درد والم سے وہ بے چین ہو رہا ہے، اور کبھی کبھی وہ اس حالت میں بیدار بھی ہو جاتا ہے، اس کے باوجود وہ اپنے آپ کو اسی کمرہ میں، اسی بستر پر اور بعینہ اسی حالت میں پاتا ہے جس میں وہ سویا ہوا تھا، (اور ان تمام چیزوں کا نام ونشان نہیں رہتا جو وہ دیکھ رہا تھا)، اسی لئے نیند کو موت کا بھائی کہا گیا ہے، اور اسے اللہ تعالی نے لفظ وفات سے تعبیر فرمایا ہے، فرمان باری تعالی ہے:

﴿ ٱللَّهُ يَتَوَفَّى ٱلۡأَنفُسَ حِينَ مَوۡتِهَا وَٱلَّتِي لَمۡ تَمُتۡ فِي مَنَامِهَاۖ فَيُمۡسِكُ ٱلَّتِي قَضَىٰ عَلَيۡهَا ٱلۡمَوۡتَ وَيُرۡسِلُ ٱلۡأُخۡرَىٰٓ إِلَىٰٓ أَجَلٖ مُّسَمًّىۚ ﴾ [الزمر: ٤٢]

"اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی انہیں ان کی نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے، پھر جن پر موت کا حکم لگ چکا ہے انہیں تو روک لیتا ہے، اور دوسری (روحوں) کو مقرر وقت تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے"۔

عقلی دلیل: ایک سونے والا حالت نیند میں خواب دیکھتا ہے جو بالکل سچ اور حقیقت کے عین مطابق ہوتا ہے، اور کبھی تو نبی کریم ﷺ کو ان کی اپنی اصلی شکل میں دیکھتا ہے، اور جس نے آپ ﷺ کو آپ کی حقیقی صفت پر دیکھا تو حقیقت میں اس نے آپ ﷺ کو عالم خواب میں دیکھا، جب کہ حال یہ ہے کہ وہ اپنے اسی کمرہ میں اپنے ہی بستر پر سویا ہوا ہوتا ہے، اور خواب میں دیکھی ہوئی چیز سے بہت ہی بعید اور دور ہوتا ہے، تو جب احوال دنیا میں سے ایسی چیزوں کا وقوع پذیر ہونا ممکنات میں سے ہے تو کیا احوال آخرت میں ایسی چیزوں کا وقوع پذیر ہونا ممکن نہیں ہے؟؟!

❁❁❁❁❁

الرُّكْنُ السَّادِسُ: الإِيمَانُ بِالْقَدْرِ

چھٹا رکن: تقدیر پر ایمان

تقدیر پر ایمان: یعنی پختہ یقین اور اعتقاد جازم رکھنا کہ اللہ تعالی ہر چیز کا خالق ومالک اور ان کا رب ہے، اور یہ کہ اسی نے تمام خلائق کے مقادیر منجملہ اس کی اچھائی اور برائی، نرمی ومٹھاس اور سختی وترشی کو لکھا اور مقدر فرمایا ہے، اور اسی کی ذات ہے جس نے ضلالت وہدایت، شقاوت اور سعادت کو پیدا فرمایا ہے، نیز اسی کے ہاتھ میں ہیں موت کے مقررہ وقت کا علم اور رزق کی کنجیاں۔

الْقَدَرُ: یعنی اللہ تعالی کا اپنے سابق علم اور اس کی اپنی حکمت کے عین تقاضا کے مطابق تمام کائنات اور مخلوقات کی تقدیر کو لکھنا اور مقرر فرمانا۔

تقدیر پر ایمان لانا چار چیزوں کو شامل ہے:

❶ اس بات پر ایمان رکھنا کہ اللہ تعالی تمام چیزوں کا ان کے کلی اور جُزئی کی تمام تر تفصیل کے ساتھ ازل سے علم رکھتا ہے اور ابد تک رکھے گا، چاہے وہ چیزیں خود اللہ تعالی کے اپنے افعال سے متعلق ہوں یا اس کے بندوں کے افعال سے متعلق ہوں۔

❷ اس بات پر ایمان رکھنا کہ اللہ تعالی نے ان تمام چیزوں کو لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے۔ مذکورہ دونوں چیزوں کے بارے میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِى ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ ۗ إِنَّ ذَٰلِكَ فِى كِتَٰبٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرٌ﴾ [الحج: ۷۰]

"کیا آپ نے نہیں جانا کہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے، یہ سب (لکھی ہوئی) کتاب میں (محفوظ) ہے، اللہ تعالی پر تو یہ امر بالکل آسان ہے"۔

❸ اس بات پر ایمان رکھنا کہ کائنات کی کوئی بھی چیز مشیئت الٰہی کے بغیر واقع نہیں ہوتی ہے، خواہ اس کا تعلق اللہ تعالی کے فعل سے ہو یا اس کا تعلق مخلوق کے افعال سے ہو۔ اللہ تعالی اپنے فعل سے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ﴾ [القصص: ٦٨]

''اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اختیار فرماتا ہے''۔

اور مخلوق کے فعل سے متعلق فرماتا ہے:

﴿وَلَوْ شَآءَ ٱللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَـٰتَلُوكُمْ﴾ [النساء: ٩٠]

''اور اگر اللہ تعالی چاہتا تو انہیں تم پر مسلط کر دیتا اور وہ تم سے یقینا جنگ کرتے''۔

❹ اس بات پر ایمان رکھنا کہ پوری کائنات اپنی ذات، صفات اور اپنے مکمل حرکات کے ساتھ اللہ تعالی کی مخلوق ہے، اس سلسلے میں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

﴿ٱللَّهُ خَـٰلِقُ كُلِّ شَىْءٍ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ وَكِيلٌ﴾ [الزمر: ٦٢]

''اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے''۔

اور فرمایا:

﴿وَخَلَقَ كُلَّ شَىْءٍ فَقَدَّرَهُۥ تَقْدِيرًا﴾ [الفرقان: ٢]

''اور ہر چیز کو اس نے پیدا کر کے ایک مناسب اندازہ ٹھہرا دیا ہے''۔

اور اللہ تعالی نے اپنے نبی ابراہیم عَلَيْهِ السَّلَام کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے اپنی قوم سے یوں فرمایا:

﴿وَٱللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ﴾ [الصافات: ٩٦]

''حالانکہ تمہیں اور تمہاری بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے''۔

تقدیر پر ایمان سے متعلق جو تفصیلات ہم نے بیان کئے اس سے بندے کے اپنے اختیاری افعال میں اس کی مشیئت اور قدرت کی نفی لازم نہیں آتی ہے، کیوں کہ شریعت اور امر واقع اس کی مشیئت اور قدرت پر دلالت کرتے ہیں۔

بندے کی مشیئت اور قدرت پر شرعی دلیل:

اللہ تعالی نے بندے کی مشیئت کے بارے میں فرمایا:

﴿فَمَن شَآءَ ٱتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِۦ مَـَٔابًا﴾ [النبأ: ٣٩]

''اب جو چاہے اپنے رب کے پاس (نیک اعمال کر کے) ٹھکانا بنالے''۔

اور فرمایا:

﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُواْ حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ﴾ [البقرة: ٢٢٣]

''تمہاری بیویاں تمہاری کھیتاں ہیں، اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو آؤ''۔

اور بندے کی قدرت کے بارے میں فرمایا:

﴿فَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ مَا ٱسْتَطَعْتُمْ وَٱسْمَعُواْ وَأَطِيعُواْ﴾ [التغابن: ١٦]

''پس جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور سنتے اور مانتے چلے جاؤ''۔

اور فرمایا:

﴿لَا يُكَلِّفُ ٱللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا ٱكْتَسَبَتْ﴾ [البقرة: ٢٨٦]

''اللہ تعالی کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، جو نیکی وہ کرے وہ اس کے لئے اور جو برائی وہ کرے وہ اس پر ہے''۔

بندے کی مشیئت اور قدرت پر امر واقع کی دلیل:

ہر انسان کو یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ اس کے پاس مشیئت اور قدرت ہیں، جن کے ذریعہ وہ کوئی کام کرتا یا چھوڑتا ہے۔ البتہ ارادہ سے واقع ہونے والی چیزوں -جیسے چلنا- اور بغیر ارادہ کے واقع ہونے والی چیزوں -جیسے جھنجھناہٹ- کے درمیان فرق کیا جائے گا، لیکن بندے کی مشیئت اور قدرت اللہ تعالی کی مشیئت اور قدرت کے تابع ہے، کیوں کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿لِمَن شَآءَ مِنكُمْ أَن يَسْتَقِيمَ ﴿٢٨﴾ وَمَا تَشَآءُونَ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ رَبُّ ٱلْعَـٰلَمِينَ ﴿٢٩﴾﴾ [التكوير: ٢٨-٢٩]

''(یہ نصیحت نامہ بالخصوص) اسی کے لئے ہے جو تم میں سے سیدھی راہ پر چلنا چاہے۔ اور تم بغیر پروردگار عالم کے چاہے

کچھ نہیں چاہ سکتے“۔

اور اس لئے بھی کہ یہ کائنات پوری کی پوری اللہ تعالی کی ملکیت ہے، پس اس کی ملکیت میں کوئی بھی چیز بغیر اس کے علم اور مشیئت کے ہر گز واقع نہیں ہو سکتی ہے۔

نیز تقدیر پر ایمان سے متعلق جو تفصیلات ہم نے بیان کئے اس سے بندے کے لئے واجبات کے ترک کرنے یا معصیت و نافرمانی کے کام کرنے کی دلیل نہیں ملتی ہے، اور اگر کوئی کچھ اس طرح کا دعوی بھی کرے تو اس کا یہ دعوی قرآن کریم کی رو سے باطل اور مردود ہے۔

① اللہ تعالی کا فرمان:

﴿ سَيَقُولُ ٱلَّذِينَ أَشۡرَكُواْ لَوۡ شَآءَ ٱللَّهُ مَآ أَشۡرَكۡنَا وَلَآ ءَابَآؤُنَا وَلَا حَرَّمۡنَا مِن شَيۡءٖۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِهِمۡ حَتَّىٰ ذَاقُواْ بَأۡسَنَاۗ قُلۡ هَلۡ عِندَكُم مِّنۡ عِلۡمٖ فَتُخۡرِجُوهُ لَنَآۖ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّ وَإِنۡ أَنتُمۡ إِلَّا تَخۡرُصُونَ ﴾ [الأنعام: ١٤٨]

”یہ مشرکین (یوں) کہیں گے کہ اگر اللہ تعالی کو منظور ہوتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کہہ سکتے، اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں انہوں نے بھی تکذیب کی تھی یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھا، آپ کہئے کہ کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو اس کو ہمارے روبرو ظاہر کرو، تم لوگ محض خیالی باتوں پر چلتے ہو اور تم بالکل اٹکل سے باتیں بناتے ہو“۔

اگر تقدیر ان کے لئے حجت ہوتی تو اللہ تعالی انہیں اپنا عذاب نہ چکھاتا۔

② اور اللہ تعالی کا فرمان:

﴿ رُّسُلٗا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى ٱللَّهِ حُجَّةُۢ بَعۡدَ ٱلرُّسُلِۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمٗا ﴾ [النساء: ١٦٥]

”ہم نے انہیں رسول بنایا ہے، خوشخبریاں سنانے والے اور آگاہ کرنے والے، تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالی پر رہ نہ جائے، اللہ تعالی بڑا غالب اور بڑا با حکمت ہے“۔

اگر تقدیر مخالفین کے لئے حجت ودلیل بنتی تو رسولوں کے بھیجے جانے سے ان کی حجت ودلیل ختم نہ ہوتی، اس لئے کہ مخالفت رسولوں کے بھیجے جانے کے بعد اللہ تعالی کے قضاو قدر سے واقع ہوئی ہے۔

تقدیر پر ایمان رکھنے کے بہت عظیم فائدے ہیں، ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

① اسباب اپناتے وقت کلی طور پر اللہ تعالی ہی پر اعتماد اور بھروسہ رکھنا، سبب پر نہیں، کیوں کہ ہر چیز اللہ تعالی کی قضاو قدر سے ہوتی ہے۔

② آدمی کی اپنی مراد حاصل ہونے پر اسے غرور و تکبر نہیں کرنا چاہئے، کیوں کہ اس کا حصول اللہ تعالی کی طرف سے نعمت اور کرم ہے، بایں طور کہ اللہ تعالی نے اس کو خیر و بھلائی اور نجاح و کامیابی کے اسباب پر قادر بنایا، اور غرور و تکبر اسے اس نعمت (پر منعم) کا شکر ادا کرنے سے بھلا دیتا ہے۔

③ اللہ تعالی کی فیصلہ کردہ تقدیر پر قلبی اطمینان اور نفسی راحت ہونا چاہئے، چنانچہ کسی پسندیدہ چیز کے فوت ہونے یا ناپسندیدہ چیز کے حاصل ہونے پر واویلا نہ کیا جائے، کیوں کہ یہ سب کچھ اس اللہ تعالی کی قضاو قدر سے ہے جس کے لئے تمام آسمانوں اور زمین کی ملکیت اور بادشاہت ہے، اور وہ چیز بلا شک ہو کر ہی رہے گی۔ اس سلسلے میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿ مَآ أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِى ٱلْأَرْضِ وَلَا فِىٓ أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِى كِتَـٰبٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَآ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرٌ ﴿٢٢﴾ لِّكَيْلَا تَأْسَوْا۟ عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا۟ بِمَآ ءَاتَىٰكُمْ ۗ وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿٢٣﴾ ﴾

[الحديد: ٢٢-٢٣]

"نہ کوئی مصیبت دنیا میں آتی ہے نہ (خاص) تمہاری جانوں میں، مگر اس سے پہلے کہ ہم اس کو پیدا کریں وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے، یہ (کام) اللہ تعالی پر (بالکل) آسان ہے۔ تاکہ تم اپنے سے فوت شدہ کسی چیز پر رنجیدہ نہ ہو جایا کرو اور نہ عطا کردہ چیز پر اترا جاؤ، اور اترانے والے شیخی خوروں کو اللہ تعالی پسند نہیں فرماتا"۔

اور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

«عَجَبًا لأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ لَهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَلِكَ لأَحَدٍ إِلاَّ لِلْمُؤْمِنِ: إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ». [رواه مسلم]

''مؤمن کا معاملہ بھی عجیب ہے، اس کے ہر کام میں اس کے لئے بھلائی ہے، اور یہ چیز مؤمن کے سوا کسی کو حاصل نہیں، اگر اسے خوش حالی نصیب ہو تو (اس پر اللہ کا) شکر کرتا ہے، تو یہ (شکر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (یعنی اس میں اجر ہے)۔ اور اگر اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے، اور یہ (صبر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (کہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجر ہے)''۔

تقدیر کے باب میں دو فرقے گمراہ ہوئے ہیں:

❶ فرقۂ جَبَرِیَّہ: جس کا یہ کہنا ہے کہ بندہ اپنے عمل پر بالکل مجبور ہے، اس کے عمل میں اس کے ارادے اور قدرت کا کوئی دخل نہیں۔

❷ فرقۂ قَدَرِیَّہ: جس کا یہ کہنا ہے کہ بندہ کا ارادہ اور اس کی قدرت اس کے عمل میں بالکل مستقل ہے، اللہ تعالی کی مشیئت اور اس کی قدرت کا اس میں کوئی اثر نہیں۔

پہلے فرقہ (جَبَرِیَّہ) پر شریعت اور واقع امر سے رد:

شریعت کی دلیل: اللہ تعالی نے بندہ کے لئے ارادہ اور مشیئت کو ثابت کیا ہے اور عمل کی نسبت بھی اس کی طرف کی ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿مِنكُم مَّن يُرِيدُ ٱلدُّنْيَا وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ ٱلْأَخِرَةَ﴾ [آل عمران: ۱۵۲]

''تم میں سے بعض دنیا چاہتے تھے اور بعض کا ارادہ آخرت کا تھا''۔

امر واقع سے رد: ہر انسان اپنے اختیاری اعمال وافعال کے درمیان جن کو وہ اپنے ارادہ سے انجام دیتا ہے - جیسے کھانا، پینا، خرید وفروخت وغیرہ - اور غیر اختیاری اعمال کے درمیان جو اس کے ارادہ کے بغیر واقع ہوتے ہیں - جیسے کہ بخار کی وجہ سے بدن میں حرارت اور کپکپی اور چھت سے گر پڑنا وغیرہ - کے فرق کو بخوبی سمجھتا ہے، چنانچہ پہلی مثال میں وہ اپنے عمل کا فاعل خود ہے جسے اس نے اپنے ارادہ اور اختیار سے انجام دیا ہے۔ اور دوسری مثال میں اس

پر طاری ہونے والی چیز میں وہ غیر مختار ہے اور اس میں اس کے ارادہ کا کوئی دخل بھی نہیں ہے۔

دوسرے فرقہ (قدریہ) پر شریعت اور عقل سے رد:

شریعت کی دلیل: بیشک اللہ تعالی ہر چیز کا خالق ہے اور ہر چیز اس کی مشیئت سے واقع ہوتی ہے، اور یہ بات اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کر دی ہے کہ بندوں کے افعال اللہ تعالی کی مشیئت ہی سے واقع ہوتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَوْ شَآءَ ٱللَّهُ مَا ٱقْتَتَلَ ٱلَّذِينَ مِنۢ بَعْدِهِم مِّنۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ ٱلْبَيِّنَٰتُ وَلَٰكِنِ ٱخْتَلَفُوا۟ فَمِنْهُم مَّنْ ءَامَنَ وَمِنْهُم مَّن كَفَرَ ۚ وَلَوْ شَآءَ ٱللَّهُ مَا ٱقْتَتَلُوا۟ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ﴾ [البقرة: ٢٥٣]

"اگر اللہ چاہتا تو ان کے بعد والے اپنے پاس دلیلیں آجانے کے بعد ہر گز آپس میں لڑائی بھڑائی نہ کرتے، لیکن ان لوگوں نے اختلاف کیا، ان میں سے بعض تو مؤمن ہوئے اور بعض کافر، اور اگر اللہ تعالی چاہتا تو یہ آپس میں نہ لڑتے، لیکن اللہ تعالی جو چاہتا ہے کرتا ہے"۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَوْ شِئْنَا لَءَاتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَىٰهَا وَلَٰكِنْ حَقَّ ٱلْقَوْلُ مِنِّى لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ ٱلْجِنَّةِ وَٱلنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴾ [السجدة: ١٣]

"اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت نصیب فرمادیتے، لیکن میری یہ بات بالکل حق ہو چکی ہے کہ میں ضرور ضرور جہنم کو انسانوں اور جنوں سے پر کر دوں گا"۔

عقلی دلیل: یہ ساری کائنات کل کی کل اللہ کی مملوک اور بادشاہت ہے اور انسان اس کائنات کا ایک حصہ ہے، پس وہ بھی اللہ تعالی کی مملوک اور بادشاہت ہے، اور کسی مملوک کے لئے یہ روا نہیں کہ وہ اپنے مالک کی ملکیت میں اس کی اجازت اور مشیئت کے بغیر کوئی تصرف کرے۔

❁❁❁❁❁